13363 ـ اپنے ملك كى بجائے وہ يورپى ممالك ميں دين پر زيادہ عمل كر سكتا ہے، تو كيا اس پر ہجرت كرنا لازم ہے؟

سوال

ميں ايك مغربى ملك ميں سكونت پذير ہوں، اور الحمد للہ بغير كسى تنگى اور ركاوٹ كے دينى احكام پر عمل كر سكتا ہوں، ميں نے آپ كى ويب سائٹ پر كچھ احاديث كا مطالعہ كيا ہے جو كفار كے درميان بود و باش اختيار كرنے اور كفار ممالك ميں رہنے سے منع كرتى ہيں.
اب ميں بہت زيادہ حيران و پريشان ہوں كہ آيا ميں اپنے ملك واپس پلٹ جاؤں يا اسى ملك ميں باقى رہوں، يہ علم ميں رہے كہ اگر ميں اپنے ملك واپس جاؤں تو دينى احكام پر عمل كرنے كى بنا پر مجھے بہت سى تنگى اور ركاوٹوں اور اذيتوں كا سامنا كرنا ہوگا، اور ميں وہاں عبادت كرنے ميں اتنى آزادى حاصل نہيں كرسكوں گا جتنى يہاں مجھے حاصل ہے.
ميرى گزارش ہے كہ ميرے سوال كا جواب عنائت فرمائيں اور اس ملك ميں رہنے كا حكم بيان كريں، خاص كر اب تو مسلمان ملك بھى كسى دوسرے ملك سے مختلف نہيں رہے، جہاں دينى شعائر كا التزام كيا جاتا ہو ؟

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

اصل بات تو يہى ہے كہ مسلمان شخص كے ليے مشركوں اور كافروں كے درميان رہنا جائز نہيں، اس حكم پر بہت سى قرآنى آيات اور احاديث بھى دلالت كرتى ہيں، اور صحيح نظر بھى اسى كى غماز ہے:

كتاب اللہ سے دلائل:

اللہ سبحانہ وتعالى كا فرمان ہے:

{جو لوگ اپنى جانوں پرظلم كرنے والے ہيں جب فرشتے ان كى روح قبض كرتے ہيں تو پوچھتے ہيں، تم كس حال ميں تھے؟

يہ جواب ديتے ہيں كہ ہم اپنى جگہ كمزور اور مغلوب تھے، فرشتے كہتے ہيں كيا اللہ تعالى كى زمين كشادہ نہ تھى كہ تم ہجرت كر جاتے؟

يہى لوگ ہيں جن كا ٹھكانا جہنم ہے، اور وہ پہنچنے كى بہت برى جگہ ہے} النساء (97).

سنت نبویہ سے دلیل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے"

سنن ابو داود حدیث نمبر (2645) علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے اسے صحیح ابو داود میں صحیح کہا ہے.

اور صحیح نظر اور غور کرنے سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ:

مشرکوں اور کافروں کے مابین رہنے والا مسلمان شخص بہت سے اسلامی شعائر اور ظاہری عبادات پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا، اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنے آپ کو فتنہ و فساد کے سامنے بھی پیش کرنا پڑے گا، کیونکہ ان ممالک میں جو فحاشی اور بے حیائی و بے پردگی ظاہر ہے اور ان ممالک کا قانون اس فحاشی اور بدکاری کا محافظ بھی ہے، تو مسلمان کو کوئی حق نہیں اور نہ ہی اس کے شایان شان ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس طرح کے فتنوں اور آزمائشوں میں ڈالے.

یہ تو اس وقت ہے جب ہم کتاب اللہ اور سنت نبویہ کے دلائل کی طرف نظر دوڑائیں اور اسلامںاور کفار ممالک کی جانب نظر نہ دوڑائیں، لیکن اگر ہم اسلامی ممالک کی طرف فی الواقع نظر دوڑائیں تو ہم سائل کےقول (اور خاص کر اسلامی ممالک بھی اسلامی احکام کا التزام کرنے میں دوسرے ممالک سے بہت زیادہ مختلف نہیں رہے) کی موافقت نہیں کرتے، کیونکہ یہ عمومی طور پر کہنا صحیح نہیں، کیونکہ ساری اسلامی حکومتیں شریعت اسلامیہ کے احکام لاگو کرنے اور اس کا التزام کرنے میں ایک جیسی نہیں، بلکہ ان میں فرق ہے، بلکہ ایک ہی ملک کے اندر علاقوں اور شہروں کے اعتبار سے اختلاف پایا جاتا ہے.

اور پھر سارے کفار ممالک بھی فحاشی و عریانی اور بے حیائی اور اخلاقی طور پر ایک جیسے نہیں، بلکہ وہ بھی اس میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں.

لھذا اسلامی ممالک کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا، اور کفریہ ممالک کا بھی ایک دوسرے سے مختلف ہونے کو دیکھتے ہوئے.

اور پھر اسے بھی مدنظر رکھتے ہوئے کہ ہر مسلمان شخص اس کی استطاعت نہیں رکھتا کہ کسی بھی اسلامی ملک میں جا کر رہائش اختیار کرلے کیونکہ ویزوں اور اقامہ وغیرہ کے سخت قوانین پائے جاتے ہیں،

اور اسے بھی مد نظر رکھتے ہوئے کہ ہو سکتا ہے مسلمان شخص کچھ اسلامی ممالک میں اسطرح دینی معاملات اور احکام پر عمل نہ کر سکتا ہو جس طرح وہ بعض یورپی اور کفریہ ممالک میں بعض اسلامی شعائر یا سارے اسلامی

شعائر پر عمل کر سکتا ہے.

یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے اب ایك عام حکم صادر کرنا اور ایسا حکم لگانا جو سب ممالك اور سب اشخاص کے لیے عام ہو ایسا حکم مشکل ہے، بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے:

ہر مسلمان شخص کی حالت خاص ہے، اور اس کے لیے حکم بھی خاص ہو گا، اور ہر آدمی اپنے آپ کا محاسبہ کرے، اگر تو اس کے لیے ان اسلامی ممالك میں جہاں وہ رہ سکتا ہے دین پر عمل کرنا کفار ممالك سے زیادہ آسان اور ممکن ہے تو پھر اس کے لیے کفریہ ممالك میں رہنا جائز نہیں ہے.

اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی وہ اسلامی ملك کی بجائے کفریہ ملك میں زیادہ آسانی سے دین پر عمل کر سکتا ہے تو پھر ایك شرط کے ساتھ اسے کفریہ ملك میں رہنا جائز ہو گا: کہ اسے اپنے آپ پر اتنا کنٹرول ہو کہ وہ وہاں پائی جانے والی بے حیائی اور فحاشی وبدکاری اور فتنوں سے شرعی وسائل کے ساتھ محفوظ رہ سکے.

اس کی تائید میں ہم اہل علم کے اقوال درج کرتے ہیں:

اس مسئلہ کی متعلق شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالی سے دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ممالك کے مختلف ہونے کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ مسئلہ سب سے مشکل مسائل میں سے ہے، اور اس لیے بھی کہ کفار کے ممالك میں بسنے والے بعض مسلمان اگر اپنے ممالك واپس جائیں تو انہیں تنگ کیا جائےگا اور انہیں سزائیں دی جائیں گی اور ان کے دین میں انہیں آزمائش میں ڈالا جائےگا، جبکہ وہ کفریہ ممالك میں اس سے امن میں ہیں.

پھر اگر ہم انہیں یہ کہیں کہ: کفار کے درمیان تمہارا رہنا حرام ہے، تو پھر وہ کونسا اسلامی ملك ہے جو انہیں قبول کرے اور ان کا استقبال کرے، اور انہیں اپنے ملك میں بسنے کی اجازت دے؟!

شیخ رحمہ اللہ تعالی کی کلام کا معنی یہی ہے.

زکریا انصاری شافعی رحمہ اللہ تعالی اپنی کتاب" اسنی المطالب" میں کہتے ہیں:

اگر دین کا اظہار کرنے سے عاجز ہو تو استطاعت رکھنے والے پر دار کفر سے دار اسلام کی طرف ہجرت کرنی واجب ہے. اھـ

دیکھیں: اسنی المطالب (4 / 207).

اور ابن عربی مالکی رحمہ اللہ تعالی کہتے ہيں:

دار الحرب سےنکل کر دار الاسلام جانے کو ہجرت کہا جاتا ہے، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں فرض تھی، ان کے بعد بھی ہر اس شخص کے لیے جاری ہے جو اپنے نفس کا خطرہ محسوس کرے. اھـ

ماخوذ از: نیل الاوطار (8 / 33).

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی مندرجہ ذیل حدیث کی شرح میں کہتے ہیں:

" میں مشرکوں کے درمیان رہنے والے ہر مسلمان شخص سے بری ہوں"

حافظ رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں:

اسے اس پر محمول کیا جائےگا جو اپنے دین کے متعلق خوفزدہ ہو. اھـ

دیکھیں: فتح الباری شرح حدیث نمبر (2825).

اور الموسوعۃ الفقھیۃ میں ہے:

دار الحرب ہر وہ جگہ اور ٹکڑا ہے جس میں کفریہ احکام ظاہر ہوں.

دارالحرب کے متعلقہ احکام میں ہجرت بھی شامل ہے:

فقھاء کرام نے دارالحرب سے ہجرت کے معاملہ میں لوگوں کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

پہلی قسم:

جس پر ہجرت واجب ہے:

یہ وہ شخص ہے جو ہجرت کرنے پر قادر ہو، اور دارالحرب میں رہتے ہوئے اپنے دین کو ظاہر نہ کر سکتا ہو، اور اگر یہ عورت ہو اور اس کا کوئی محرم نہ ہو تو اگر وہ راستہ کو اپنے لیے پرامن سمجھے اور خطرہ نہ محسوس کرتی ہو، یا راستے میں دارالحرب میں رہنے سے کم خطرہ ہو...

دوسری قسم:

جس پر ہجرت نہیں ہے:

وہ شخص جو ہجرت کرنے سے عاجز ہو، یا تو بیماری کی بنا پر، یا پھر دار الکفر میں رہائش رکھنے پر مجبور کیا گیا ہو، یا کمزور ہو مثلا عورتوں اور بچوں کی طرح، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

مگر کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو حیلہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، اور نہ ہی وہ کوئی راہ پاتے ہیں.

تیسری قسم:

جس کے لیے ہجرت کرنی جائز ہے واجب نہیں:

یہ وہ شخص ہے جو ہجرت کرنے پر قادر ہے اور دارالحرب میں دینی شعائر کا اظہار بھی کرسکتا ہے، تو ایسے شخص کے لیے ہجرت کرنی جائز اور مستحب ہے تا کہ وہ جہاد کر سکے، اور مسملمانوں کی تعداد میں کثرت کا باعث بنے. اھـ

اختصار کے ساتھ

دیکھیں: الموسوعة الفقهية (20 / 206)

اور مستقل فتوی کمیٹی کے فتاوی جات میں ہے:

اور مسلمان کے لیے ایك شرکیہ ملك سے دوسرے شرکیہ ملك کی طرف ہجرت کرنا بھی کم شر کا باعث ہو گی، جیسا کہ بعض مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی. اھـ

دیکھیں: فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلیمة والافتاء (12 / 50).

اللہ تعالی سے ہماری دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کی اصلاح فرمائے اور ان کے حالات درست فرمائے.

واللہ اعلم .